# دار الافتاء جامعہ نعیمیہ

علامہ اقبال روڈ گڑھی شاہو، لاہور، پاکستان۔

کمپیوٹر نمبر:11,635/16 daruliftajamianaeemia@gmail.com تاریخ:09/05/16

کیافرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مولوی صاحب نے **امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب خصائص علی رضی اللہ عنہ** کا ترجمہ اور تشریح تحریر کی۔ جس میں اسلاف صالحین کے معتقدات، تصریحات، تشریحات اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کے بارے میں صحیح نظریہ کے خلاف، روافض کوخوش کرنے کے لئے اپنی طرف سے احادیث کی ایسی من مانی تشریحات کی ہیں۔ جس میں سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت علی الاطلاق، ان کی خلافت بلافصل (ص:) کا انکار کیا۔ مثلاً لکھتا ہے۔ ''اس عاجز کی دانست کے مطابق نبوت کے علاوہ اس حدیث میں سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے لئے ہر فضیلت موجود ہے حتی کہ بالقوۃ خلیفہ بلافصل ہونے کی اہلیت بھی۔ (اس کی دلیل آئندہ صفحات میں آئے گی، ان شاء اللہ) کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے صرف نبوت کا استثناء فرمایا ہے اور نبوت کے علاوہ جوکوئی فضیلت متصور ہوسکتی ہے اس کی نفی نہیں فرمائی۔ نیز یہ عظمت اور اہلیت آپ کو دائمی طور پر عطا کردی گئی تھی اور نبی کریم ﷺ کے غزوہ تبوک سے لوٹنے کے بعد واپس نہیں لی گئی تھی۔'' (ص:۲۶۵۔۲۶۶ سن طباعت، الطبع الثالث ۱۴۳۲ھ) دوسری عبارت ''اس سے تو یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ترتیب خلافت، ترتیب اہلیت وافضلیت کو مستلزم نہیں ہے بلکہ ترتیب خلافت میں خلفاء کرام کی وفات کی ترتیب کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ ایک مرتبہ آپ پھر حدیث شریف کو بغور پڑھ لیجئے۔ آپ کو حدیث شریف میں مذکور تینوں حضرات کی اہلیت خلافت پر دلالت کرنے والے الفاظ میں کوئی واضح تفاوت نظر نہیں آئے گا بلکہ مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کی شان میں وارد شدہ الفاظ ''**یأخذبکم الطریق المستقیم**'' اور ''**یقیمکم علی صراط مستقیم**'' میں زیادہ وزن نظر آئے گا۔'' (ص:۳۱۷ سن طباعت، الطبع الثالث ۱۴۳۲ھ) اسی صفحہ پر مزید لکھتا ہے۔ ''اس لئے یہ کہنا بیجا نہیں ہوگا کہ جو ترتیب خلافت عملاً واقع ہوئی وہ ترتیب افضلیت کو لازم نہیں۔ آسان الفاظ میں یوں سمجھئے کہ ضروری نہیں کہ جو شخص بعد میں خلیفہ ہوا وہ پہلے والے سے مرتبہ میں کم تھا۔'' (ص:۳۱۷ سن طباعت، الطبع الثالث ۱۴۳۲ھ) **مشکل گھڑی میں آپ کے خلیفہ ہونے میں راز کے عنوان کے تحت لکھتا ہے** ''علامہ ابن قیم کے کلام کا مطلب واضح ہے کہ اگر نبی کریم ﷺ کے وصال کے معاً بعد سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ خلافت نبوت سنبھال لیتے تو نبوت پر ملوکیت کا شبہ یقیناً لازم آتا اور جب وصال نبوی ﷺ کے معاً بعد اہل بیت نبوت کے علاوہ دوسرے حضرات نے خلافت کی اور تقریباً چوبیس برس گزر گئے تھے تو اب کسی قسم کا اعتراض قائم نہیں ہوسکتا تھا، اس لئے اس وقت میں مولی علی رضی اللہ عنہ نے خلافت قبول فرمالی تھی۔ اس سے یہ نتیجہ کھل کر سامنے آجاتا ہے کہ <u>سیدنا علی رضی اللہ عنہ اپنی علمیت، عملیت، شجاعت، زہدیت اور قرب نسبیت کے باعث خلیفہ اول ہونے کی مکمل صلاحیت اور اہلیت رکھتے تھے مگر مذکورہ بالا حکمتوں کے پیش نظر قدرت نے آپ سے خلافت اولیٰ (ظاہری) کو دور رکھا اور اس وقت خلافت آپ کو سپرد کی گئی جب انتہائی کٹھن اور دشوار مرحلہ آن پہنچا</u>۔ ایسے دشوار ترین مرحلے پر خلافت کا اہل بیت کی طرف پلٹنا دیکھ کر مجھے بے ساختہ وہ حدیث یاد آجاتی ہے جس میں ہے کہ سخت ترین آزمائش انبیاء کرام علیہم السلام پر آتی ہے یا ان پر جو ان کے بعد سب سے افضل ہوں۔'' (ص:۳۲۰ سن طباعت، الطبع الثالث ۱۴۳۲ھ) اس کے علاوہ احادیث کی ایسی توضیحات بیان کیں جن سے صحابی رسول حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر طنز، طعن وتشنیع کی۔ مثلاً۔ غور کیجئے کہ جب جناب معاویہ نے تخت شاہی پر بیٹھ کر مولی علی پر سب وشتم کیا تو کیا ان کی رعایا اس گھناؤنی حرکت سے باز رہتی ؟ ہرگز نہیں کیونکہ یہ فطری بات ہے کہ اگر بادشاہ سے معمولی بے انصافی ہوجائے تو اس کے کارندے ظلم کے پہاڑ توڑ دیتے ہیں۔ (ص:۶۷ سن طباعت، الطبع الثالث ۱۴۳۲ھ) چونکہ بعداز وصال نبوی خلافت نبوت کا استقرار اور تمکن ظاہری ریاست سے ایسے استحکام پر موقوف

تھاجس میں تمام دینوی امورومعاملات آتے ہیں اوران امور کوسنھالنے والے انسان پرسربراہ ریاست وغیرہ الفاظ کااطلاق بھی ہوسکتا ہے۔اس لئے خدااوررسول کومنظورنہیں تھا کہ نبی کے اہل بیت ایسے دینوی مناصب پر فائز ہوں جس سے نبی کی شان پر دھبہ آئے اورلوگوں کو یہ کہنے کا موقع ملے کہ نبوت ایک ڈھونگ تھااوردرپردہ اپنی نسل کے لئے دینوی عیش وآرام کو جمع کرنا مقصود تھا۔(ص:۴۵۵سن طباعت،الطبع الثالث ۱۴۳۲ھ) دراصل نبی کریم ﷺ کی مثال اس مرکزی دریا کی ہے جہاں سے ایسی مختلف نہریں نکلتی ہیں جن سے لوگ سیراب ہوتے ہیں۔سودریائے نبوت کی باطنی کمالات کا بہاؤ بالترتیب مولیٰ علی اوردوسرے اہل بیت کرام کی طرف ہوتا ہے۔اس لئے کسی انسان کی ان عظیم الشان نہروں کے علاوہ کسی اورمقام سے باطنی سیرابی نہیں ہوسکتی۔(ص:۴۵۸سن طباعت،الطبع الثالث ۱۴۳۲ھ) **حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن وتشنیع:** ''لاتسبوااصحابی'' (میرے صحابہ کو برانہ کہا کرو) اس ممانعت کے اولین مخاطب وہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تھے جو بعد میں مسلمان ہوئے تھے اور چونکہ وہ ابھی غیر تربیت یافتہ تھے۔اس لئے اس سے افراط وتفریط ہوجاتی تھی۔نبی کریم ﷺ نے ان کے مقابلہ میں سابقین اولین حضرات کو''اصحابی'' (میرے صحابہ) فرمایا ہے۔''(ص:۴۶۵سن طباعت،الطبع الثالث ۱۴۳۲ھ)''اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ متاخرین صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مقابلہ میں سابقین صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین صحابی تھے اوربعدوالوں کے لئے دونوں جماعتیں صحابی ہیں اورسب کی تعظیم لازم ہے مگرافسوس کہ بعدوالے بعض صحابہ سابقین اولین صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی نہ صرف یہ کہ تعظیم سے محروم رہے بلکہ الٹاان پرسب وشتم کرتے رہے اوروہ بھی اسی ہستی کو جوتمام صحابہ کرام پر(بجز سیدتنا خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے) اسلام اورصحابیت میں مقدم تھی۔''(ص:۴۶۷۔۴۶۸سن طباعت،الطبع الثالث ۱۴۳۲ھ)''انتہائی دکھ اورافسوس کی بات ہے کہ جناب معاویہ کوان کے دوراقتدارمیں حضرت مولیٰ علی کے مخصوص فضائل پرآگاہی ہوگئی تھی مگراس کے باوجودوہ اپنی کابینہ اورارا کین حکومت کے ذہنوں کوصاف نہ کرسکے اورانہیں سب وشتم سے بازنہ رکھ سکے وہ فضائل مرتضوی کے معاملہ میں اخفاء کی اوران پرسب وشتم کے معاملہ میں افشاء کی پالیسی پرکاربند رہے۔یہی وجہ ہے کہ ابن تیمیہ تک نے لکھ دیا کہ شیعان معاویہ میں سب علی رائج اورشائع تھا۔فیا اسفاہ''(ص:۴۸۵سن طباعت،الطبع الثالث ۱۴۳۲ھ) بہرکیف ناصبی لوگ خطائے اجتہادی کی نسبت پرچیں بہ جبیں ہوتے رہیں لیکن صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کے نزدیک اقدام معاویہ اجتہادی خطا بھی نہیں کھلی ضلالت (گمراہی) تھی،یہی وجہ ہے کہ ردشیعیت میں شہرت کے حامل علماء کرام نے بھی اس اقدام معاویہ کوگناہ کبیرہ قراردیا ہے۔(ص:۸۵۰سن طباعت،الطبع الثالث ۱۴۳۲ھ) معلوم ہوا کہ حد سے تجاوز کرنا،حسد کرنا،ظلم کرنااورامام برحق کی اطاعت سے روگردانی کرنابغاوت ہے اورچونکہ حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) نے امام برحق کی اطاعت سے روگردانی کی اورجنگ کرکے حد سے تجاوزاورظلم کے مرتکب بھی ہوئے تھے۔اس لئے وہ اوران کا گروہ باغی ٹھہرا۔(ص:۸۶۰سن طباعت،الطبع الثالث ۱۴۳۲ھ)اس سے معلوم ہوا کہ حضرت معاویہ کا سیدنا علی المرتضیٰ کوسب وشتم کرنا کرانا بغاوت تھااوراپنی حکومت کودوام دینے کے لئے تھا۔(ص:۹۰۳سن طباعت،الطبع الثالث ۱۴۳۲ھ) بلاشبہ حصول ملوکیت کے لئے حضرت معاویہ نے ہرطرح کی جائزوناجائز کوشش کی تھی حتیٰ کہ بغاوت تک چلے گئے تھے۔جسے علماء اہل سنت نے کبیرہ گناہ لکھا ہے۔بہرحال وہ ایک متسلط بادشاہ تھے۔(ص:۹۰۴سن طباعت،الطبع الثالث ۱۴۳۲ھ) **حضرت امیر معاویہ کے کاتب وحی ہونے کا انکار کرتے ہوئے لکھتا ہے۔** مثلاً''جب اہل تحقیق محدثین کی کتب معتمدہ سے کوئی صحیح اورمرفوع حدیث نبوی دستیاب نہیں ہوئی توبنظریہ دفاع حضرت معاویہ کے نام کے ساتھ ہمیشہ کے لئے کاتب وحی کالفظ نتھی کردیا گیاحالانکہ انہیں فقط آخری دوسال صحبت نبوی کے میسرآئے تھےاوراس سے قبل مسلسل (۲۱) برس دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مثلاً حضرت علی،حضرت عثمان،ابی بن کعب اورزید بن ثابت رضی اللہ عنہم کاتب وحی رہے مگران حضرات کے اسماء مبارکہ کے ساتھ لفظ کاتب وحی ہمیشہ کے لئے نتھی کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی کیونکہ ان کے فضائل میں صحیح اورمرفوع احادیث مبارکہ موجود ہیں۔''(ص:۹۱۰سن طباعت،الطبع الثالث ۱۴۳۲ھ) **حضرت امیر معاویہ کے خال المومنین ہونے کا انکار کرتے ہوئے لکھتا ہے۔** مثلاً اسی طرح جب بالتحقیق فضائل معاویہ میں کوئی صحیح اورصریح مرفوع حدیث نبوی میسرنہیں آسکی تومدافعانہ نکتہ نظر سے حضرت معاویہ کوخال المومنین (مومنوں کاماموں) کہا جانے لگا جوکہ ناجائز ہے۔کیونکہ نبی کریم ﷺ کی تمام ازواج مقدسہ فقط تعظیماً اورادباً تمام مسلمانوں کی مائیں ہیں نسباً نہیں۔''(ص:۹۱۰سن طباعت،الطبع الثالث ۱۴۳۲ھ)''مکمل صحاح ستہ بلکہ پورے ذخیرہ حدیث میں فضائل معاویہ میں نبی کریم ﷺ سے کوئی صحیح اورصریح حدیث منقول نہیں۔''(ص:۹۱۴سن طباعت،الطبع الثالث ۱۴۳۲ھ)''فضیلت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں حدیث ترمذی کو اپنی درایت کی بناء پر مشکوک خیال

کیا۔" (ص: ۹۱۷۔۹۱۸ سن طباعت، الطبع الثالث ۱۴۳۲ھ) یہ محض بطور مثال ہے وگرنہ اس کتاب کے تقریباً ۸۰ سے زائد مقامات محل نظر ہیں۔ اب ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم شرعی ہے جو (۱) حضرات شیخین سیدنا ابوبکر صدیق وفاروق اعظم رضی اللہ عنہما کی تفضیل کا ہر لحاظ سے کل امت پر قائل نہ ہو؟ (۲) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی احادیث سے ثابت فضیلت کو درایۃً مشکوک خیال کرے؟ (۳) مشاجرات اصحاب رسول رضوان اللہ علیہم اجمعین میں باعتبار تاریخ کلام کرے اور ان پر زبان طعن دراز کرے۔ (۴) حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کسی کو گمراہ، فاسق یا باغی کہے اور ان پر بے جا الزامات تراشے؟ ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے اور کیا ایسا شخص پیر بننے کا اہل ہے اور اہل سنت کی مسجد میں امامت کروانے کا اہل ہے؟ کیا ایسا شخص کسی دینی منصب پر فائز ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اور جو انتظامیہ مسجد اس کے عقائد اور عبارات پر آگاہی کے باوجود اس کی تائید کرتی ہے۔ ان کا کیا حکم ہے؟ اس حوالہ سے شرعی رہنمائی فرمائیں۔

سائلین: ارشد علی قادری (0333-0443163) محمد ذیشان عارف (03214677176) حکیم محمد اصغر علی (0323-2476321)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب

(1) نبی کریم ﷺ، دیگر انبیاء کرام علیہم السلام اور رسل ملائکہ علیہم السلام کے بعد سابقہ اور خود اس امت میں علی الاطلاق سب سے افضل سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اور ترتیب خلافت ہی ترتیب افضلیت ہے۔ صدر اول تا ھذا الیوم اس عقیدہ پر حضرات صحابہ کرام، تابعین، آئمہ اہل بیت، اتباع التابعین، علماء وصوفیہ متقدمین ومتاخرین کا اجماع واتفاق ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت کا معیار کثرت ثواب ہے نہ کہ کثرت فضائل۔ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "چہ مقرر علماء است کہ افضلیت بہ اعتبار کثرت ثواب نزد خدای جل وعلا اینجا مراد اواست، نہ افضلیتی کہ بہ معنی کثرت ظہور فضایل ومناقب بود، کہ نزد عقلا اعتبار دارد۔ زیرا کہ سلف از صحابہ وتابعین ان قدر فضایل ومناقب کہ از (حضرت امیر) نقل کردہ اند، از ہیچ صحابی منقول نشدہ است حتی قال الامام احمد ماجاء لاحد من الصحابۃ من الفضائل ماجاء لعلی مع ذلک۔ ھم ایشان حکم کردہ اند بہ افضلیت خلفاء ثلاثہ۔ پس معلوم شد کہ وجہ افضلیت دیگر است، ورای این فضائل ومناقب۔ واطلاع بر آن افضلیت مشاہدان دولت وحی رامیسر است کہ بہ صریح یا بہ قراین معلوم نمودہ باشند وآن صحابہ پیغمبر ند علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات"۔ "علماء کے نزدیک اس جگہ افضلیت سے مراد کثرت ثواب ہے نہ کہ وہ افضلیت جو بمعنی ظہور فضائل ومناقب ہے تا کہ عقلاء کے نزدیک معتبر ٹھہرے۔ کیونکہ صحابہ کرام اور تابعین رضی اللہ عنہم سے حضرت امیر کرم اللہ وجہہ الکریم کے جس قدر فضائل ومناقب منقول ہیں۔ اس قدر کسی صحابی کے نہیں ہیں۔ یہاں تک کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جتنے فضائل بیان ہوئے ہیں اتنے کسی صحابی کے نہیں ہوئے باوجودیکہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے خلفاء ثلاثہ کی افضلیت کا حکم کیا ہے۔ معلوم ہوا افضلیت کی وجہ ان فضائل ومناقب کے علاوہ کوئی اور چیز ہے اور اس وجہ افضلیت پر اطلاع انہی نفوس قدسیہ کو ہو سکتی ہے جن کو وحی الٰہی کا مشاہدہ حاصل تھا۔ صراحتاً یا قرائن سے ہوا اور وہ نفوس قدسیہ نبی کریم ﷺ کے صحابہ تھے۔" (مکتوبات شریف، دفتر اول، مکتوب نمبر: ۲۶۶ طبع مکتبہ مدینہ لاہور) افضلیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر آیات قرآنیہ ملاحظہ ہوں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ "وسیجنّبھا الاتقی ○ الذی یؤتی مالہ یتزکی ○" اور اس سے (بہت) دور رکھا جائے گا سب سے بڑا پرہیزگار ○ جو اپنا مال (اللہ تعالیٰ کی راہ میں) دیتا ہے کہ (اعلیٰ درجے کی) پاکیزگی حاصل کرے۔" (سورۃ اللیل، آیت: ۱۷۔۱۸) حضرت قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ "والآیات نزلت فی ابی بکر رضی اللہ عنہ"۔ "یہ آیات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے نازل ہوئیں ہیں۔" (تفسیر بیضاوی، جزء ۵، ص: ۳۱۸ طبع دار احیاء التراث العربی بیروت) میر سید شریف جرجانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ "قال اکثر المفسرین وقد اعتمد علیہ العلماء انھا نزلت فی ابی بکر وھو اتقی ومن ھو اتقی ھو اکرم عند اللہ تعالیٰ لقولہ تعالی ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم وھو ای الاکرم عند اللہ اتقاکم ھو الافضل فابوبکر افضل ممن سواہ

من الامۃ "،"اکثر مفسرین فرماتے ہیں اور اسی پر باقی علماء کرام کا بھی اعتماد ہے کہ یہ آیت کریمہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی اور آپ رضی اللہ عنہ ہی سب سے بڑے متقی ہیں اور جو سب سے بڑا متقی ہو وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑی فضیلت والا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے کہ" تم میں سے اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے بڑھ کر عزت والا وہ ہے جو سب سے بڑا متقی ہے۔" جو اکرم ہو وہی افضل ہوتا ہے (ثابت ہوا) امت میں سب سے افضل سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی ہیں۔" (شرح مواقف، ص:۴۷۱) حضرت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔" اجمع المفسرون مناعلی ان المرادمنه ابوبکر رضی الله عنه "،" ہمارے تمام مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ آیت کریمہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔" (تفسیر کبیر للرازی، سورۃ اللیل، زیر تحت آیت ۱۷۔۱۸ بیروت) ایک اور جگہ ارشاد ربانی ہے۔" ولا یاتل اولوا الفضل منکم والسعة ان یؤتوا اولی القربی والمسکین والمهجرین فی سبیل الله ولیعفوا ولیصفحوا "،اور تم میں سے جو لوگ صاحب فضل اور وسعت والے ہیں اس بات کی قسم نہ کھائیں کہ اپنے رشتہ داروں اور مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو (کچھ) نہ دیں گے اور انہیں چاہیے کہ وہ معاف کر دیں اور درگزر کریں۔" (سورۃ النور: آیت:۲۲) قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔" انه نزل فی ابی بکر رضی الله عنه وقد حلف ان لا ینفق علی مسطح بعد وکان ابن خالته وکان من فقراء المهاجرین (اولوالفضل منکم) فی الدین (والسعة) فی المال وفیه دلیل علی فضل ابی بکر وشرفه رضی الله تعالیٰ عنه "،" یہ آیت کریمہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی اس وقت جب آپ رضی اللہ عنہ نے قسم اٹھائی (واقعہ افک) کے بعد، مسطح (بدری صحابی) پر خرچ نہیں کروں گا اور مسطح آپ رضی اللہ عنہ کے خالہ زاد اور مہاجرین فقراء میں سے تھے۔ تم میں سے دین میں فضیلت والے اور مال میں فراوانی والے ایسی قسم نہ اٹھائیں۔ اس آیت مبارکہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ کے فضل وشرف کی دلیل ہے۔" (تفسیر بیضاوی، سورۃ النور زیر تحت آیت:۲۲) مفتی حنفیہ قاضی ابوسعود ترکمانی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔" (اولوالفضل) فی الدین وکفی به دلیلا علی فضل الصدیق رضی الله عنه (والسعة) فی المال "اولوالفضل میں فضیلت سے مراد دینی فضیلت ہے اور یہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر دلیل کے طور پر کافی ہے اور والسعة سے مراد مال کی فراوانی ہے۔" (تفسیر ابی سعود، سورۃ النور زیر تحت آیت:۲۲ مطبوعہ مکتبہ معروفیہ کوئٹہ) امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔" مفسرین کرام علیہم الرحمۃ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اس آیت مبارکہ میں موجود لفظ" اولوالفضل" سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر علی الاطلاق دال ہے۔ (الی) یہ بات تواتر کو پہنچی ہوئی ہے کہ یہ آیت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی ہے۔" (تفسیر کبیر، سورۃ النور، آیت:۲۲ پارہ ۱۸) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی صحیح میں ناقل ہیں۔" عن محمد بن الحنفیة قال قلت لابی ای الناس خیر بعد النبی ﷺ قال ابوبکر قال قلت ثم من قال عمر وخشیت ان یقول عثمان قلت ثم انت قال ما انا الا رجل من المسلمین "،" حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد (سیدنا علی رضی اللہ عنہ) سے عرض کیا۔ سرکار دوعالم ﷺ کے بعد سب سے افضل کون ہے۔ فرمایا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔ میں نے عرض کیا پھر کون؟ فرمایا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ ۔ مجھے خوف ہوا کہ ان کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نام نہ لیں تو میں نے عرض کیا پھر آپ؟ تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے (از راہ تواضع) فرمایا: نہیں میں تو مسلمانوں میں سے ایک شخص۔" (بخاری، ج:۱، ص:۵۱۸ وزارۃ تعلیم، اسلام آباد) اہل السنۃ کے نزدیک ترتیب خلافت ہی ترتیب افضلیت بھی ہے۔ جس بارے علم کلام کی کثیر کتب میں عبارات وتصریحات موجود ہیں۔ ان میں سے چند حوالے ملاحظہ ہوں۔ امام احناف شیخ عمر النسفی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔" وافضل البشر بعد نبینا ابوبکر الصدیق ثم عمر الفاروق ثم عثمان ذوالنورین ثم علی رضی الله عنهم وخلافتهم علی هذا الترتیب "،" ہمارے نبی ﷺ کے بعد انسانوں میں سب سے افضل سیدنا ابوبکر صدیق پھر عمر فاروق پھر عثمان ذوالنورین پھر سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم ہیں۔ ان کی خلافت بھی اسی ترتیب پر ہے۔" (متن عقیدہ النسفیہ مع شرح عقائد، ص۲۲۱۔۲۲۲، مکتبہ امدادیہ ملتان) حامل صلاحیات اجتہادیہ امام ابن الہمام الحنفی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں۔" الاصل الثامن فضل الصحابة الاربعة علی حسب ترتیبهم فی الخلافة۔۔۔ فهذا علیٌّ نفسه مصرح بان ابابکر افضل الناس "،" آٹھواں قاعدہ یہ ہے کہ اصحاب اربعہ رضی اللہ عنہم کی باہمی فضیلت کی

ترتیب وہی ہے جوان کی خلافت کی ہے۔۔۔۔یہ بنفس نفیس حضرت علی رضی اللہ عنہ صراحت فرمارہے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سب سے افضل ہیں۔"(المسائر،ص:۲۵۷۔۲۵۹النوریہ الرضویہ لاہور) حجۃ المتاخرین علامہ عبدالعزیز پرہاروی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں"اجمع الصوفية على تقديم ابى بكرثم عمرثم عثمان ثم على رضى الله عنهم"،"صوفیہ کرام رحمۃ اللہ علیہم کا اجماع ہے کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سب(امت)پر مقدم پھر عمر فاروق پھر عثمان ذوالنورین پھر مولا علی رضی اللہ عنہم اجمعین۔"(نبراس علی شرح العقائد،ص:۴۹۲ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)اس اجماع میں سیدالصوفیہ الشیخ الاکبر محی الدین ابن العربی،الشیخ نظامی،الشیخ شہاب الدین سہروری رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے اقوال مراد ہیں۔(كماصرح المحشى الملتانى)امام الائمہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا ارشادگرامی ہے۔"وافضل الناس بعدالنبيين ابوبكرالصديق، ثم عمربن الخطاب الفاروق، ثم عثمان بن عفان ذوالنورين ثم على بن ابى الطالب المرتضى رضوان الله عليهم اجمعين عابدين ثابتين على الحق ومع الحق نتولاهم جميعا"،"تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیق،پھر حضرت فاروق اعظم،پھر حضرت عثمان غنی پھر حضرت علی رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں۔یہ سب عبادت کرنے والے حق پر اور حق کے ساتھ ثابت رہے ہم ان سب سے محبت کرتے ہیں۔"(متن الفقہ الاکبر مع شرح لعلی القاری،ص:۶ مکتبہ رحمانیہ لاہور)حافظ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس کی شرح میں لکھتے ہیں۔"والحاصل ان افضل الناس بعدالانبياء عليهم الصلوة والسلام ابوبكرالصديق رضى الله عنه.... فهوافضل الاولياء من الاولين والاخرين وقدحكى الاجماع على ذلك ولاعبرة بمخالفة الروافض هنالك" "خلاصہ کلام:بے شک حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد لوگوں میں سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں،پہلوں اور بعد والے تمام اولیاء کرام سے بھی افضل ہیں۔اس پر اجماع(امت)منقول ہے اور رافضیوں کی مخالفت کا کوئی اعتبار نہیں۔"(شرح علی قاری علی الفقہ الاکبر،ص:۶۱ مکتبہ رحمانیہ لاہور)**اس عقیدہ(بعدالانبیاء علیہم السلام افضل البشر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ)کا منکر تفضیلی رافضی بدعتی ضال مضل ہے اور اگر خلافت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا منکر ہے تو تصریح علماء اہل سنت کی روشنی میں کافر ہے**۔جیسا کہ حضرت ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔"ولوانكراحدخلافة الشيخين رضى الله عنهم يكفر.اقول:ولعل وجهه انهاثبتت بالاجماع من غيرنزاع، اولان خلافة الصديق رضى عنه باشارة صاحب التحقيق، وخلافة عمررضى الله عنه بنصب الصديق من غيرتردد فى امره،بخلاف خلافة الختنين"،"اور اگر حضرات شیخین رضی اللہ عنہما میں سے کسی ایک کی خلافت کا انکار کرے تو کافر ہے۔میں(علی قاری)کہتا ہوں۔اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ خلافت بالاجماع ثابت ہے بغیر کسی نزع کے یا اس لئے کہ خلافت صدیقی رضی اللہ عنہ کی طرف خود صاحب التحقیق(ﷺ)نے اشارہ فرمایا۔اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت بغیر کسی تردد کے سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف سے نصب کی گئی(بمع اجماع سائر اصحاب رسول رضی اللہ عنہم از مترجم)بخلاف حضرت عثمان غنی اور حضرت علی المرتضی اللہ عنہما کی خلافت کے۔"(شرح ملاعلی القاری علی الفقہ الاکبر،ص:۱۶۳ مکتبہ رحمانیہ)**ایسے شخص کی بیعت،امامت وخطابت جائز نہیں اور اسکے علاوہ کسی بھی دینی منصب کا اہل نہ ہے۔**

(2)اہلسنت وجماعت کا عقیدہ ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ صحابی رسول،خال المؤمنین،کاتب وحی اور جنتی ہیں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے"لايستوى منكم من انفق من قبل الفتح وقتل .اولئك اعظم درجة من الذين انفقوامن بعد وقاتلوا.وكلاوعدالله الحسنى والله بماتعملون خبير"،"(اے مسلمانو!)تم میں سے کوئی بھی ان کے برابر نہیں ہوسکتا جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے(اللہ کی راہ میں)خرچ کیا اور(کافروں سے)قتال کیا۔ان کا(ان مسلمانوں سے)بڑا درجہ ہے جنہوں نے بعد میں(اللہ کی راہ میں)خرچ کیا اور(کافروں سے)قتال کیا۔اللہ نے ان سب سے جنت کا وعدہ فرمایا ہے اور اللہ تمہارے کاموں کی خوب خبر رکھنے والا ہے۔"(سورۃ الحدید،آیت:۱۰)مذکورہ آیت میں مفسرین کرام نے لفظ"الحسنٰی"کی تفسیر جنت کی ہے۔(تفسیر روح البیان،تفسیر بیضاوی،تفسیر جلالین)اور اہل تشیع میں سے صاحب تفسیر مجمع البیان نے"الحسنىٰ"کی تفسیر"الجنة والثواب فيها"یعنی جنت اور اس میں ثواب(تفسیر مجمع البیان،ج:۵،ص:۲۳۲)نفس صحابیت میں تمام صحابہ برابر ہیں مگر درجات ومراتب میں برابر نہیں۔جیسا کہ مذکورہ آیت بھی اس پر شاہد ہے لیکن وعدہ جنت تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے ہے۔چاہے وہ فتح مکہ سے پہلے مسلمان ہوئے یا بعد میں۔اور حضرت

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ صلح حدیبیہ کے سال اسلام لائے مگر فتح مکہ کے دن اسلام ظاہر کیا۔(مراۃ شرح مشکوۃ، ج:۱،ص:۱۷۶ از مفتی احمد یار نعیمی رحمۃ اللہ علیہ مکتبہ اسلامیہ لاہور)،حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ صحابی ہیں لہذا آپ رضی اللہ عنہ بھی جنتی ہیں۔کیونکہ ''کلا وعد اللہ الحسنیٰ'' کے عموم میں شامل ہیں اور وعدہ جنت سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خارج کرنے پر کوئی دلیل شرعی نہیں۔**فضائل صحابہ پر وارد احادیث**۔حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا''لاتسبوا اصحابی فلو ان احدکم انفق مثل احد ذھبا مابلغ مد احدھم و لا نصیفہ ''میرے صحابہ کو گالی نہ دو کیونکہ (خدا کی بارگاہ میں ان کا یہ مقام ہے کہ) اگر تم میں سے کوئی شخص احد پہاڑ کے برابر سونا خیرات کرے تو میرے صحابہ کے ایک مد اور آدھا مد غلہ خیرات کرنے کو نہیں پہنچ سکے گا۔''(مشکوۃ،ص:۵۵۳ مکتبۃ الحسن لاہور، بخاری شریف،ج:۱،ص:۵۱۸،مسلم شریف،ج:۲،ص:۳۱۰) مزید ارشاد نبوی ﷺ ہے''لوگو! میرے صحابہ کے متعلق اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈرو، میرے صحابہ کے متعلق اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈرو۔میرے بعد ان کو تنقید کا نشانہ نہ بنانا۔پس جو ان سے محبت کرے گا وہ میری محبت ہی کی وجہ سے ان سے محبت کرے گا اور جو ان سے عداوت کرے گا وہ میرے ساتھ عداوت رکھتا ہے۔اس لئے کہ میرے صحابہ رضوان اللہ علیہم سے عداوت کر رہا ہے۔جس نے میرے صحابہ کو ایذاء دی اس نے مجھے ایذاء دی اور جس نے مجھے ایذاء دی اس نے اللہ کو ایذاء دی اور جس نے اللہ کو ایذاء دی تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کو عذاب میں گرفتار کرے گا۔''(جامع الترمذی،ج:۲،ص:۷۰۶ مکتبہ رحمانیہ،مشکوۃ،ص:۵۵۴) ایک اور حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا''میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو گالی نہ دو بلاشبہ آخری زمانہ میں ایک قوم ایسی پیدا ہوگی جو میرے صحابہ کو گالی دیں گے۔تو تم نہ ان پر نماز (جنازہ) پڑھنا نہ ان کے ساتھ نماز پڑھنا اور نہ ان سے شادی بیاہ کرنا اور نہ ان کے ساتھ مجالست کرنا اگر وہ بیمار ہو جائیں تو ان کی عیادت نہ کرنا۔''(شفا،قاضی عیاض مالکی،اردو،ج:۲،ص:۳۹۳) ایک اور حدیث مبارک ہے۔''عن جابر عن النبی ﷺ قال لا تمس النار مسلماً رانی اورای من رانی (رواہ الترمذی)''،''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اس مسلمان کو آگ نہیں چھوئے گی جس نے مجھے دیکھا یا مجھے دیکھنے والے کو دیکھا۔''(مشکوۃ، فضائل صحابہ،ص:۵۵۴ مطبوعہ مجتبائی دہلی) اسی عقیدہ کی ترجمانی اہل سنت و جماعت کے ایک جید عالم دین سیف اللہ المسلول حضرت علامہ شاہ رسول قادری عثمانی بدایونی رحمۃ اللہ علیہ نے کی، لکھتے ہیں۔''ہم گروہ اہل سنت کا عقیدہ تمام صحابہ کو ان کے لئے عدالت ثابت مان کر ستھرا جاننا ہے اور ان میں سے کسی کے لئے معصوم ہونے کا دعوی کئے بغیر اسی طرح ان کی تعریف کرنا، جس طرح اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ نے ان کی تعریف فرمائی۔''(المعتقد والمنتقد،ص:۲۸۷ مکتبہ برکات المدینہ کراچی) ارشاد نبوی ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا''اذا رایتم الذین یسبون اصحابی فقولوا لعنة اللہ علی شرکم''،''جب تم دیکھو ان لوگوں کو جو میرے صحابہ کو گالی دیتے ہیں تو کہو تمہارے شر پر اللہ کی لعنت ہو۔''(مشکوۃ،ص:۵۵۴ مجلس اشاعت المعارف ملتان) مذکورہ احادیث مبارکہ میں صحابہ کرام کی جو فضیلت آئی ہے اس میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں اور گستاخان صحابہ کے متعلق جو وعیدات آئی ہیں ان وعیدات کے مستحق وہ لوگ بھی ہیں جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے گستاخ ہیں۔**حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی انفرادی فضیلت**۔بخاری شریف میں حدیث مبارک ہے۔''حدثنی ابن ابی ملیکة قیل لابن عباس ھل لک فی امیر المؤمنین معاویة فانہ ماأوتر الا بواحدة قال اصاب انہ فقیہ''،''ابن ابی ملیکہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا گیا کہ کیا آپ وجہ بیان فرمائیں گے کہ امیر المؤمنین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ایک رکعت وتر کیوں پڑھتے ہیں؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے جواباً فرمایا کہ وہ درست کرتے ہیں اس لئے کہ وہ فقیہ آدمی ہیں۔''(بخاری،ج:۱،ص:۵۳۱ قدیمی کتب خانہ) ایک اور حدیث مبارک ہے۔''عن ابن ابی ملیکة قال اوتر معاویة بعد العشاء برکعة وعندہ مولی لابن عباس فاتی ابن عباس فقال دعہ فانہ قد صحب رسول اللہ ﷺ''،''ابن ابی ملیکہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عشاء کی نماز کے بعد حضرت معاویہ نے وتروں کی ایک رکعت نماز ادا کی۔حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام بھی وہاں موجود تھے۔انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے تذکرہ کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: انہیں اپنے حال پر چھوڑ دو۔وہ نبی کریم ﷺ کے صحابی ہیں۔''(بخاری،ج:۱،ص:۵۳۱ قدیمی کتب خانہ) **ان احادیث مبارکہ سے چند امور کی تصریح ہوئی۔(۱) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا صحابی ہونا۔(۲) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فقہاء صحابہ کرام میں شمار ہونا۔(۳) اس عمل کی وجہ سے ان پر طعن درست نہیں کیونکہ وہ ہمارے پیارے نبی کے صحابی ہیں۔خصائص علی کتاب کے مترجم وشارح نے اپنے بغض معاویہ کا اظہار یوں کیا کہ صحیحین**

میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل کی کوئی صحیح حدیث نہیں۔ کاش مترجم اپنے دل وچشم سے بغض صحابہ کرام کی پٹی اتار کر دیکھتا تو اسے سمجھ آتی کہ اہل بیت کے عظیم فرد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو فقیہہ قرار دے رہے ہیں۔ تو کیا فقیہہ و مجتہد ہونا فضیلت نہیں؟ اگر پھر بھی سمجھ نہیں آرہی تو احادیث ملاحظہ ہوں۔ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ "سمعت النبی ﷺ یقول من یرد اللہ بہ خیرا یفقہہ فی الدین وانما انا قاسم واللہ یعطی "؛ "حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا ہے۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جس بندے سے ہر قسم کی بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے۔ اسے دین میں فقیہہ بنا دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے اور میں تقسیم کرنے والا ہوں۔" (بخاری، کتاب العلم، ج:۱، ص:۱۶ طبع قدیمی کتب خانہ) مشکوۃ شریف میں حدیث مبارک ہے۔ "عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ فقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد رواہ الترمذی وابن ماجہ "؛ "سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرکار دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک فقیہ شیطان کے مقابلہ میں ایک ہزار عبادت گزاروں سے بھی زیادہ سخت ہوتا ہے۔" (مشکوۃ، کتاب العلم، ص:۳۵ مکتبہ رحمانیہ) ایک اور حدیث مبارک ہے۔ "عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ خصلتان لا یجتمعان فی منافق حسن سمت ولا فقہ فی الدین رواہ الترمذی "؛ "سیدنا ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: دو خوبیاں کسی منافق میں جمع نہیں ہوسکتیں۔ پہلی حسن اخلاق اور دوسری تفقہ فی الدین" (مشکوۃ، کتاب العلم، ص:۳۵ مکتبہ رحمانیہ) مذکورہ تمام احادیث طیبہ فقیہ کی شان میں وارد ہیں اور خود اہل بیت نبوی رضی اللہ عنہم نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو فقیہ فرمایا مگر بغض صحابہ علی الخصوص بغض حضرت امیر معاویہ میں ڈوبے ہوئے مذکورہ کتاب کے مؤلف کو کوئی صحیح حدیث اولاً اپنے دل کے اندھیر ہونے کی وجہ سے نظر نہ آئی اور جو نظر آئی اس پر درایتاً شک کا اظہار کر کے ہاتھ صاف کر گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خود حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی منقبت کا اظہار فرمایا۔ ابن کثیر نے البدایہ میں اور علامہ علی المتقی الہندی نے کنز العمال میں حارث اعور کے طریق سے لکھا۔ "حضرت علی رضی اللہ عنہ نے صفین سے لوٹ کر فرمایا: اے لوگو! حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت کو ناپسند نہ کرنا کیونکہ اگر تم نے ان کو گم کر دیا تو تم دیکھو گے کہ تمہارے سر تمہارے کندھوں سے اس طرح کٹ کٹ کر گریں گے جس طرح حنظل کے پھل درخت سے گرتے ہیں۔" (البدایہ والنہایہ، ج:۵، ص:۳۴۰ دار الفکر بیروت) نبی کریم ﷺ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے دعا فرمائی۔ بخاری شریف میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا "اول جیش من امتی یغزون البحر قد اوجبوا "؛ "میری امت کا پہلا لشکر جو بحری جہاد کرے گا وہ (ان پر جنت) واجب ہوگئی۔" (بخاری شریف، ج:۱، ص:۴۱۰ قدیمی کتب خانہ کراچی) اس حدیث کے مصداق حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ عمدۃ القاری میں ہے۔ "قولہ (اول جیش من امتی یغزون البحر) اراد بہ جیش معاویۃ وقال المہلب معاویۃ اول من غزا البحر "؛ "حضور نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد فرمانا: سب سے پہلا لشکر جو دریا کی لڑائی لڑے گا۔ آپ کی مراد اس سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا لشکر ہے۔ مہلب کہتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ہی وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے دریا کی لڑائی لڑی۔" (عمدۃ القاری صحیح البخاری، جزء:۱۴، ص:۱۹۸، مطبوعہ بیروت طبع جدید) ابن کثیر نے لکھا "اللہم علم معاویۃ الکتاب "؛ "اے اللہ تو معاویہ کو کتاب (قرآن) کا علم عطا فرمادے۔" (البدایہ والنہایہ، ج:۴، جزء ثامن، ص:۵۱۵) جیسا کہ حضرت پیر کرم شاہ صاحب الازہری لکھتے ہیں "حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں قبرص پر حملہ کرنے کے لئے ایک بحری بیڑا تیار ہوا، جس کی کمان حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھی۔" (ضیاء النبی، حضرت پیر کرم شاہ بھیروی، ج:۵، ص:۸۴۵ ضیاء القرآن لاہور) علامہ ابن حجر مکی حدیث نقل کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: میری امت میں سب سے حلیم تر معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ حافظ حارث بن اسامہ نے ذکر کیا کہ حضور ﷺ ایک مرتبہ ذکر فرما رہے تھے کہ ابوبکر میری امت میں سے بڑے نرم دل اور مہربان ہیں۔ پھر آپ نے بقیہ مناقب خلفائے اربعہ ذکر فرمائے۔ اس کے بعد صحابہ کرام کی دوسری جماعت کا آپ نے تذکرہ فرمایا۔ اور آپ ﷺ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا، معاویہ بن ابی سفیان میری امت میں سے سب سے زیادہ بردبار اور سخی ہے۔ (تطہیر الجنان مع الصواعق المحرقہ، ابن حجر مکی، ص:۳۹۰ النوریہ الرضویہ لاہور) حضور ﷺ نے دیگر صحابہ کے مناقب بیان کرتے ہوئے، حضرت امیر معاویہ کے متعلق یہ فرمایا" وصاحب سری معاویۃ بن ابی سفیان فمن احبہم فقد نجا ومن ابغضہم فقد ہلک "؛ "اور میرا راز دار معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ ہے۔ لہذا جو ان (صحابہ و معاویہ رضی اللہ عنہ) سے

محبت رکھے گا وہ نجات پائے گا اور جوان سے بغض رکھے گا وہ ہلاک ہوگا۔" (تطہیر الجنان، ص:۳۹۱ النوریہ الرضویہ لاہور) **حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اللہ عزوجل اور اسکے رسول کے محبوب ہیں۔** "حضورﷺ ایک مرتبہ اپنی زوجہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لے گئے۔اس وقت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ان کی گود میں سر رکھے ہوئے تھے۔اور وہ انہیں چوم رہی تھیں۔آپﷺ نے پوچھا۔کیا تو اسے پسند کرتی ہے؟ عرض کی۔میرا بھائی ہے۔میں اس سے محبت کیوں نہ کروں۔پس حضورﷺ نے فرمایا: کہ بے شک اللہ اور اس کا رسول دونوں اس سے محبت کرتے ہیں۔(تطہیر الجنان، ص:۳۹۲ النوریہ الرضویہ لاہور) اہل بیت کے چشم و چراغ حضورﷺ کے چچازاد بھائی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ صحابی رسول اور فقیہ و مجتہد ہیں۔(بخاری، ج:۱،ص:۵۳۱ قدیمی کتب خانہ کراچی) ابوالقاسم بن عساکر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ ایک روز امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جان دو عالمﷺ کے پاس آئے۔آپﷺ کے پاس ان کی بہن ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بھی بیٹھی ہوئی تھیں۔حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ واپس پلٹے تو رسول اللہﷺ نے آواز دی۔" آؤ معاویہ اور ہمارے ساتھ بیٹھو" وہ واپس پلٹے اور آپﷺ کے پاس بیٹھ گئے۔جان دو عالمﷺ نے ارشاد فرمایا "میری دلی تمنا ہے کہ جنت میں تم، ام حبیبہ اور میں اکٹھے جام طہور نوش کریں۔" (سید الوری، ج:۳،ص:۴۸۶ برائٹ بکس اردو بازار لاہور، بحوالہ ابن عساکر) **اسلاف بزرگان دین نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں جو کچھ فرمایا، ان کی شخصیت پر جرأت کرنے والے کا جو حکم بیان فرمایا ملاحظہ ہو۔** الصارم المسلول میں ہے۔"وقال ابراهيم بن ميسرة:مارايت عمربن عبدالعزيزضرب انساناقط، الا رجلا شتم معاوية فضربه اسواطا، رواهما اللالكائی " "حضرت ابراہیم بن میسرۃ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کو دیکھا۔انہوں نے اس شخص کو جس نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو شتم کیا تھا، کوڑے لگائے۔اس کے علاوہ میں نے نہیں دیکھا کہ کسی مجرم کو آپ نے (خود) مارا ہو۔" (الصارم المسلول، ص:۴۱۲، مطبوعہ دارالکتب پشاور) امام ابوتوبہ الحلبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا "معاوية بن ابی سفيان رضی الله عنه ستراصحاب رسول اللهﷺ فاذاكشف الرجل الستراجترى على ماوراه " "حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ حضور نبی کریمﷺ کے اصحاب کے لئے پردہ کی مانند ہیں۔جو شخص اس پردے کو کھولتا ہے (حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں بدکلامی کرتا ہے) تو ان کے علاوہ دیگر اصحاب کی شان پر بھی جرأت کرے گا۔" (البدایہ والنہایہ تحت ترجمہ سیدنا امیر معاویہ، طبع بیروت) حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کی رائے:"سمعت احمد يقول :مالهم ولمعاوية نسئل الله العافية وقال ياابا الحسن اذارأيت احدا يذكر اصحاب رسول اللهﷺ بسوء فاتهمه بالاسلام " "ابوالحسن کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا: ہم اللہ سے عافیت کا سوال کرتے ہیں، لوگوں کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے کیا (تعصب) ہے؟ اے ابوالحسن جب تو کسی ایسے شخص کو دیکھے جو اصحاب رسولﷺ میں سے کسی کا بھی برائی سے ذکر کرے تو اس کے اسلام (مسلمان ہونے) کو مشکوک جان۔" (الصارم المسلول لابن التیمیہ، ص:۴۱۱، مطبوعہ دارالکتب پشاور) علامہ عبدالعزیز پرہاروی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔"ان معاوية رضی الله عنه من كبار الصحابة ونجبائهم ومجتهديهم ولوسلم انه صغارهم فلاشک فی انه دخل فی عموم الاحاديث الصحيحة الواردة فی تشريف الصحابة رضی الله عنهم " "حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کبار اور نجباء صحابہ کرام میں سے ہیں اور اگر انہیں اصاغر صحابہ کرام میں سے بھی تسلیم کیا جائے تب بھی اس بات میں کوئی شک نہیں کہ وہ ان احادیث کے عموم میں شامل ہیں جو حضرات جماعت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عزت افزائی میں وارد ہیں۔" (نبراس، ص:۵۵۰ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ) حضرت قاضی ابن ابی العزالدمشقی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔"واول ملوك المسلمين معاوية رضی الله عنه وهوخيرملوك المسلمين " "مسلمانوں کے سب سے اول بادشاہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں اور وہ مسلمانوں میں سے بہترین بادشاہ ہیں۔" (شرح عقیدہ طحاویہ، ص:۴۵۵ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ) حجت احناف علی بن سلطان الھروی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔"ولانذكراحدامن اصحاب رسول اللهﷺ الابخير، يعنی وان صدرمن بعضهم بعض ماهوفی الصورة شر، فانه امام كان عن اجتهادولم يكن على وجه فسادمن اصراروعناد، بل كان رجوعهم عنه الى خيرميعادبناء على حسن الظن بهم، ولقولهﷺ "خيرالقرون قرنی" ولقولهﷺ "اذاذكراصحابی

فامسكوا" ولذلك ذهب جمهور العلماء الى ان الصحابة رضی الله عنهم كلهم عدول قبل فتنة عثمان وعلی وكذا بعدها، ولقوله ﷺ "اصحابی كالنجوم بایهم اقتدیتم اهتدیتم" رواه الدارمی وابن عدی وغيرهما. وقال ابن دقيق العيد فی عقيدته: وما نقل فيما شجر بينهم واختلفوا فيه فمنه ما هو باطل وكذب فلا يلتفت اليه، وما كان صحيحا اولناه تأويلا حسنا، لان الثناء عليهم من الله سابق، وكان نقل من الكلام اللاحق محتمل للتاويل، والمشكوك والموهوم لا يبطل المحقق والمعلوم" "ہم (اہل سنت) تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان کا ذکر سوائے بھلائی کے نہیں کرتے اور وہ بعض معاملات جو بظاہر برے معلوم ہوتے ہیں۔ وہ از قبیل اجتھاد تھے۔ جس سے انکا مقصد فساد و عناد نہیں تھا، ان کے بارے حسن ظن کی بناء پر (یہ عقیدہ رکھنا چاہیے کہ) ان کا رجوع الی الحق ثابت ہے۔ نبی کریم ﷺ کے فرمان "خیر القرون قرنی" "سب سے بہترین زمانہ میرا زمانہ ہے۔" "اذا ذکر اصحابی فامسکوا" "میرے اصحاب کا جب ذکر ہو تو خاموشی اختیار کرو" اسی وجہ سے جمہور (اہل سنت) کا مذہب یہ ہے کہ تمام صحابہ کرام عادل تھے۔ حضرت عثمان و علی رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں فتنوں سے پہلے اور بعد بھی۔ نبی کریم ﷺ کے فرمان "میرے اصحاب ستاروں کی مانند ہیں۔ ان میں سے جس کی بھی اقتداء کرو گے ہدایت ہی پاؤ گے" کی وجہ سے (اسے دارمی و ابن عدی نے روایت کیا۔) امام ابن دقیق العید نے فرمایا: مشاجرات اصحاب رسول اللہ ﷺ کے بارے میں جو کچھ بھی نقل کیا گیا وہ دو قسم پر ہے۔ ایک تو وہ جو محض جھوٹ اور باطل پر مبنی ہے۔ یہ قابل التفات نہیں اور جو صحیح طور پر منقول ہیں۔ ان کی اچھی تاویل کرنا ہم پر لازم ہے کیونکہ حق تعالیٰ نے انکی تعریف پہلے بیان فرمائی۔ بعد میں جو چیزیں ان کی طرف منسوب ہوئیں وہ تاویل کا احتمال رکھتی ہیں۔ (قاعدہ یہ ہے کہ (مشکوک اور وہم محض، معلوم و محقق شئی کو باطل نہیں کر سکتا۔" (شرح الفقہ الاکبر للقاری، ص: ۷۱ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(3) جنگ جمل، صفین، قاتلین عثمان سے قصاص لینے یا سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنے کے معاملہ میں صحابہ کرام علیہم الرضوان کے درمیان جو منازعات ہوئے وہ سب اجتھاد پر مبنی تھے جن میں حق حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا جب کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے خطاء اجتھادی واقع ہوئی جس بناء پر وہ معذور بلکہ ایک گنا ثواب کے ضرور مستحق ہیں۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت یا استحقاق خلافت میں جھگڑا نہ تھا۔ یہ ہم اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے۔ تاریخی روایات کی بناء پر ان حضرات کے بارے طعن کرنا قطعاً حرام نصوص صریحہ پر جرأت کے مترادف ہے جس کا مرتکب بدعتی، رافضی ہے۔ وکیل احناف محقق اسلام ابن ہمام الحنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "وما جرى بين معاوية وعلی رضی الله عنهما كان مبنيا على الاجتهاد لا منازعة من معاوية فی الامامة اذ ظن علی ان تسليم قتلة عثمان مع كثرة عشائرهم واختلاطهم بالعسكر يؤدی الى اضطراب امر الامامة خصوصا فی بدايتها فرأى التاخير اصوب الى ان يتحقق التمكن ويلتقطهم فان بعضهم عزم علىٰ الخروج على علیّ وقتله لما نادى يوم الجمل بان يخرج عنه قتلة عثمان على ما نقل فی القصة من كلام الاشتر النخعی ان صح والله اعلم" "سیدنا علی اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہما کے مابین جو منازعات ہوئے وہ مبنی بر اجتھاد تھے نہ کہ خلافت کے استحقاق میں کیونکہ امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خیال تھا کہ قاتلین عثمان کی قبائلی کثرت اور پھر ان کے لشکر اسلامیہ میں مختلط ہو جانے کی وجہ سے اگر ابھی فی الفور انہیں سپرد کیا گیا یا قصاصاً قتل کیا گیا تو یہ معاملہ خلافت میں اضطراب کا باعث ہوگا کیونکہ ابھی خلافت کی ابتداء ہے پس انہوں نے تاخیر کو بہتر جانا تا کہ تمکن متحقق ہو جائے اور معاملہ کسی طرف لگ جائے۔ اس دوران اگر اشتر نخعی کا کلام صحیح ہو تو قاتلین عثمان، حضرت علی رضی اللہ عنہ پر خروج اور ان کے بھی قتل کا ارادہ کر چکے تھے جب جنگ جمل کے روز آواز دی گئی کہ قاتلین عثمان ہم سے الگ ہو جائیں۔" (المسایرۃ، ص: ۲۶۰۔۲۶۱ مکتبہ النوریہ الرضویہ پبلشنگ کمپنی لاہور پاکستان) حافظ ابو جعفر طحاوی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ اپنا عقیدہ لکھتے ہیں۔ "ونحب اصحاب رسول الله ﷺ ولا نفرط فی حب احد منهم ولا نتبرا من احد منهم ونبغض من يبغضهم وبغير الخير يذكرهم ولا نذكرهم الا بخير ونرى حبهم دينا وايمانا واحسانا وبغضهم كفرا ونفاقا وطغيانا" "ہم نبی کریم ﷺ کے تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے محبت کرتے ہیں۔ کسی ایک کی محبت میں بھی حد سے تجاوز نہیں کرتے اور نہ ہی کسی کے اصل مرتبہ کو کم کرتے ہیں، وہ شخص جو آقا کریم ﷺ کے اصحاب

میں سے کسی سے بھی بغض رکھے اور بھلائی کے علاوہ کسی اور طریقے سے انکا ذکر کرے ہم اس سے نفرت کرتے ہیں اور ان کا ذکر ہمیشہ ہی بھلائی سے کرتے ہیں، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین (بشمول اہل بیت) کی محبت کو (اصل) دین، ایمان اور احسان اور ان سے بغض رکھنا کفر، نفاق اور طغیان سمجھتے ہیں۔'' (متن عقیدہ طحاویہ، ص: ۲۰، مکتبۃ الحسن، حق سٹریٹ اردو بازار لاہور پاکستان۔ شرح عقیدہ طحاویہ، ص: ۴۳۸ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ) حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ ''وقد كان امر طلحة والزبير خطا غير انهما فعلا ما فعلا عن اجتهاد وكان من اهل الاجتهاد، فظاهر الدليل يوجب القصاص على قتل العمد واستئصال شان من قصد دم امام المسلمين بالاراقة على وجه الفساد۔ فاما الوقوف على الحاق التاويل الفاسد بالصحيح فى حق ابطال المؤاخذة فهو على خفى فاز به علىّ، كما ورد عن النبى ﷺ انه قال له۔ ''انك تقاتل على التاويل كما تقاتل على التنزيل'' ثم كان قتاله على التنزيل حق، فكذا كان قتاله على التاويل حق وقد ندما على ما فعلا، وكذا عائشة رضى الله عنها ندمت على ما فعلت وكانت تبكى حتى تبل خمارها، ثم كان معاوية مخطئا الا انه فعل ما فعل عن تأويل فلم يصر به فاسقا ''، ''حضرت طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما سے خطاء اجتہادی واقع ہوئی (کیونکہ وہ مرتبہ اجتہاد پر فائز تھے۔) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا خون فساد بپا کرنے کی غرض سے بہایا گیا۔ دلیل کا ظاہر بھی یہی ہے کہ قتل عمد پر قصاص لازم ہوتا ہے مگر قاتلین کے مواخذہ میں خاموشی اختیار کرنا بر بناء علم خفی تھا۔ جس میں بہرحال حضرت علی رضی اللہ عنہ کو برتری حاصل تھی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے علی! تم سے تاویل پر جنگ کی جائے گی جیسا کہ میرے ساتھ تنزیل پر کی گئی، چنانچہ بعد ازاں حضرت طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما اپنے فعل پر افسردہ تھے۔ حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھی ندامت ہوئی اور آپ رضی اللہ عنہا اتنا رویا کرتی تھیں کہ آپ کی اوڑھنی آنسوؤں سے تر ہو جاتی۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی اگرچہ خطا پر تھے مگر آپ کے بھی تمام افعال تاویل کی بناء پر تھے جس کی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ بھی فاسق نہیں۔'' (شرح الفقہ الاکبر، ص: ۶۷۔۶۸ مکتبہ رحمانیہ لاہور) سیدی امام احمد زروق شرح عقائد امام غزالی میں فرماتے ہیں: ''وفى الخبر عنه (اذا ذكر القدر فأمسكوا واذا ذكر النجوم فأمسكوا واذا ذكر اصحابى فأمسكوا) فيجب الامساك عما شجر بينهم، وأن لا يبدى لعامى، ولا يكثر الخوض فيه۔ ومن أراد نظره من عالم ونحوه لنفسه فليجزم عنده أن ذلك لا يضرهم، وأن كلا منهم على اجتهاد صحيح، والقاتل والمقتول فى الجنة، فانهم أحق الناس أن يلتمس لهم أحسن المخارج ويظن بهم أحسن المذاهب ''، ''جب تقدیر کا تذکرہ ہو تو خاموش رہو اور جب ستاروں کا تذکرہ ہو تب بھی خاموش رہو اور جب میرے اصحاب کا ذکر ہو تو بھی خاموش رہو۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے مابین مشاجرات میں خاموشی واجب ہے۔ کسی بھی عام شخص کے لئے اس میں زیادہ غور کرنا جائز نہیں۔ علماء میں سے اگر کوئی ان حالات مشاجرات کا مطالعہ کرنا چاہے تو لازم ہے کہ اسے اس بات کا یقین ہو کہ اس سے اس کی ذات پر کوئی نقصان نہ ہوگا۔ ان میں ہر ایک اجتہاد صحیح پر تھا۔ ان کے قاتل و مقتول سب جنتی ہیں۔ وہ سب سے بڑھ کر حقدار ہیں اس چیز کے کہ ان کے تمام معاملات کو حسن ظن پر محمول کیا جائے۔'' (شرح عقائد امام غزالی ص: ۱۶۰، مکتبہ النوریہ رضویہ پبلشنگ کمپنی) شیخ الاسلام امام ابن حجر مکی شافعی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ ''اہل سنت و جماعت کے اعتقاد کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان جو جنگیں ہوئیں وہ اس وجہ سے نہ تھیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ خلافت کے متعلق کوئی جھگڑا تھا۔ اس لئے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کی حقیت پر اجماع ہو چکا تھا۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ پس خلافت کی وجہ سے کوئی فتنہ پیدا نہیں ہوا بلکہ فتنہ اس وجہ سے پیدا ہوا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مطالبہ کیا کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کو ان کے سپرد کر دیں کیونکہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے چچازاد بھائی تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس خیال سے ان کا مطالبہ پورا کرنے سے رکے رہے کہ قاتلین کے قبائل بکثرت تھے اور پھر وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں ملے ہوئے تھے۔ ان کو فوری طور پر سپرد کرنے سے خلافت کے معاملہ میں بڑا تزلزل اور اضطراب پیدا ہو جائے گا چونکہ خلافت کے ذریعہ ہی اہل اسلام کو متحد کیا جاتا ہے اور خلافت ابھی مستحکم نہیں ہوئی تھی بلکہ ابتدائی حالت میں تھی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو تاخیر سے سپرد کرنا زیادہ بہتر خیال کیا تاکہ وہ خلافت کے معاملہ

میں مضبوط پوزیشن اختیار کرلیں اور انہیں خلافت کے معاملات میں تمکن حاصل ہو جائے اور مسلمان متحد و متفق ہو جائیں پھر اس کے بعد وہ ایک ایک کو پکڑ کر ان کے سپرد کردیں گے۔" (الصواعق المحرقۃ (مترجم)، ص:۴۹۳۔۴۹۴، شبیر برادرز) ماہر مذاہب اربعہ امام عبدالوھاب الشعرانی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:"وكيف يجوزالطعن فی حملة ديننا وفيمن لم ياتنا خبرعن نبيناالا بواسطتهم فمن طعن فی الصحابة فقدطعن فی نفس دينه فيجب سدالباب جملة واحدة لاسيماالخوض فی امرمعاوية وعمروبن العاص واضرابهما ولا ينبغی الاغترار بمانقله بعض الروافض عن اهل البيت من كراهيتهم فان مثل هذه المسالة منزعهادقيق ولايحكم فيهاالارسول الله ﷺ فانهامسألة نزاع بين اولاده واصحابه "،"ہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر طعن کیسے کرسکتے ہیں حالانکہ وہ ہمارے دین کو اٹھانے (اولاً قبول کرنے) والے ہیں۔ نبی کریم ﷺ سے تمام دین انہیں کے واسطہ ہی سے ہم تک منقول ہوا۔ ان پر طعن، دین حق پر طعن کے مترادف ہے، سدِ ذرائع کے طور پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ و دیگر اصحاب کرام علیہم الرضوان کے معاملات میں غور نہیں کرنا چاہیے اور نہ ہی دھوکہ دہی پر مبنی ان روایات کی طرف التفات مناسب ہے۔ جو حضرات اہل بیت کرام علیہم الرضوان سے بعض رافضیوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ سے نفرت کے معنی میں روایت کی ہیں۔ یہ ایک باریک مسئلہ ہے۔ نزاع جب اللہ کے رسول ﷺ کی اولاد اور اصحاب کے مابین ہے تو ان کا فیصلہ بھی خود سید عالم ﷺ فرمائیں گے۔ (دوسرے کسی کو بولنے کا حق نہیں)" (الیواقیت والجواھر فی بیان عقائد الاکابر، جزء ثانی، ص:۴۴۴۔۴۴۵، مکتبۃ النوریۃ الرضویہ پبلشنگ کمپنی لاہور) علامہ ابو عبداللہ فضل اللہ تورپوشتی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:"واز چہ ۔مہم دی ن ع ۔وم مسلمانان است آنست کہ بنظر تعظیم بدیشان نگرند و بہ هیچ حال زبان طعن بر ایشان دراز نکنند کہ رسول اللہ ﷺ امت راازین فتنہ تحذیر فرمودہ است وگفتہ ازخدابترسید در حق اصحاب من پس ازمن ایشانرا نشانہ مکنید کہ بدان خدای کہ دارای جان محمد است کہ اگر یکی از شما مثل کوہ احد زر خرج کند یعنی درراہ خدا بیک مد طعام کہ یکی ازایشان خرج کردہ باشد نرسد ونہ بہ نیمہ مد (اللہ اللہ فی اصحابی لا تتخذوهم بعدی غرضا فوالذی نفس محمد بیدہ ولو ان احدکم انفق مثل احد ذهبا ما ادرک مد احدهم ولا نصفہ) وشیطان از طریق هوا وعصبیت مردم را رتسویل کند کہ خصومت ایشان بابعضی از صحابہ رسول اللہ ﷺ از بهر دین است چہ ایشان بعداز رسول سیرت بگردانیدند و با یک دیگر منازعت بکردند تا بجای رسید کہ خونها ریختہ شدہ واین مسلمانکہ بدین فتنہ مبتلا گشتہ است اول باید کہ بداند کہ ایشان آدمیان بودہ اند نہ ملائکہ ونہ انبیا کہ معصوم ند بلکہ خطا بر ایشان روا بود اگرچہ خدای تعالیٰ ایشان را بشرف صحبت پیغمبر ﷺ گرامی کردہ بود بلی یکی ازایشان چون درگناهی فتادی بران مصر نشدی وزود بر احق گردیدی ودلائل کہ مذهب اهل حق آنست کہ بندہ بگناہ کافر نشود ودلیل آن بعد ازین گفتہ شود وچون کافر نباشد ضرورت مومن باشد وسب فساق اهل ایمان روا نیست فکیف صحابہ کہ حق تعالیٰ بر عموم ایشان ثنا گفتہ است ورسول اللہ ﷺ بحفظ حرمت ایشان وصیت فرمود وازوقیعہ درایشان زجر بلیغ کرد وگفتہ کہ از اصحاب من چیزها پیدا شود کہ دیگر آن نیکو نباشد شما بدان ایشان رابہ بدی یاد مکنید کہ حق تعالیٰ ببرکت صحبت من آنها را از ایشان عفو کند و در این باب احادیث بسیار است "ترجمہ"مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان کو تعظیم کی نظر ہی سے دیکھیں، کسی حال میں بھی ان حضرات کے بارے زبان طعن دراز نہ کریں کیونکہ سرکار دو عالم ﷺ نے اس فتنہ سے اپنی امت کو پہلے ہی آگاہ فرما دیا تھا۔ فرمایا: میرے اصحاب کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا اور انہیں اپنی اغراض کا نشانہ نہ بنانا کیونکہ اگر تم میں سے کوئی شخص احد پہاڑ کی مثل بھی سونا خرچ کرے تب بھی میرے صحابی کے ایک مٹھی جو صدقہ کے ثواب کو نہیں پہنچ سکتا بلکہ اس کے آدھ کو بھی نہیں۔ شیطان تعصب اور خواہشات نفسانیہ کی بنا پر لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈال دیتا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی آپسی مخالفت بوجہ دین تھی۔ سرکار دو عالم ﷺ کے وصال باکمال کے بعد ان کی سیرتوں میں تبدیلی آ گئی۔ بناء بریں انہوں نے آپس میں لڑائیاں کیں۔ قتل و غارت کی اور اہل اسلام کو فتنوں سے دوچار کیا۔ یاد رکھو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہ بہر حال انسان تھے، انبیاء و ملائکہ نہیں کہ انہیں معصوم کہا جائے۔ ان سے خطا کا صدور ممکن تھا مگر سرکار دو عالم ﷺ کی صحبت کے شرف کی وجہ سے اس پر اصرار ممکن ہی نہیں۔ جب کبھی ایسی

صورتحال ہوئی تو حق واضح ہو جانے کے بعد انہوں نے حق کی طرف رجوع کر لیا۔ اہل حق (اہل سنت) کا موقف (مرتکب گناہ کبیر) کے بارے یہ ہے کہ بندہ محض گناہ کے ارتکاب سے ہی کافر نہیں ہو جاتا، جب کافر نہیں ہوتا تو لازماً مومن ہی رہتا ہے اور مومن اگر فاسق بھی ہو تو اس کو سب وشتم روا نہیں چہ جائیکہ اصحاب رسول ﷺ کو برا کہا جائے ,حق تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے جس جماعت کی عزت افزائی فرمائی (یہ ظلم ہوگا۔)، ان کی عیب جوئی کی جائے؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میرے صحابہ میں بعض غیر مناسب چیزوں کا ظہور ہوگا مگر اس دوران تم ان کی برائی مت کرنا کیونکہ اللہ تعالیٰ میری وجہ سے ان کے ان غیر مناسب اقدام سے درگزر فرما دے گا۔'' (المعتمد فی المعتقد، ص:۲۱۳۔۲۱۵ مطبوعہ النوریہ رضویہ پبلشنگ کمپنی لاہور پاکستان) شیخ الاسلام احمد بن حجر الشافعی المکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔''اسی طرح مؤرخین کی خبروں اور صحابہ کے درمیان ہونے والے اختلاف واضطراب خصوصاً رافضیوں اور شیعوں کی جاہلانہ اور گمراہانہ باتوں اور بدعتیوں کی نکتہ چینیوں سے اعراض کرتے ہوئے ان کے بارے میں خاموشی اختیار کرنی چاہیے کیونکہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب میرے صحابہ کا ذکر ہو رہا ہو تو خاموش رہا کرو۔'' (الصواعق الحرقہ، ص:۴۹۳، شبیر برادرز لاہور) رہا یہ اعتراض کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے خلیفہ وقت امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ کی ہے۔ اس اعتراض کا جواب آئمہ امت کی تصریحات سے ملاحظہ ہو۔ اہلسنت کے عظیم امام علامہ یوسف نبہانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی شہرہ آفاق کتاب شواہد الحق میں لکھتے ہیں ''معلوم ہونا چاہیے کہ ہم اہل سنت کے مذہب میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرح ہی ہیں۔ جنہوں نے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج کیا تھا۔ وہ اپنے کام میں مجتہد تھے۔ لیکن علی المرتضی رضی اللہ عنہ صواب پر تھے اور ان پر خروج کرنے والے غلطی پر تھے اور مجتہد کو بہر حال اجر ملتا ہے۔ گناہ نہیں۔ اگر صواب پر ہے تو دس نیکیاں اور غلطی پر ہے تو بھی اس کی نیت کے مطابق ایک نیکی ضرور ملتی ہے۔ اور علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج کرنے والوں کی نیتیں صحیح تھیں۔ کیونکہ ان کا مطالبہ یہ تھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں سے قصاص لیا جائے۔ اور انہیں یہ علم تھا کہ یہ مطالبہ شرع شریف اور مصلحت عامہ کے موافق ہے تاکہ آئے دن فاجر لوگ نیک ائمہ کو قتل کرنے کی جرات نہ کرتے پھریں۔ ان حضرات کی نیتیں اچھی تھیں مگر ان کے اجتہاد نے صحیح نتیجہ پر نہ پہنچایا۔ لیکن اجتہاد ضروری تھا۔ اس لئے ان کی عدالت اور تقوی پر کوئی اثر نہ پڑا۔ اور نہ ہی ان سے دین کی باتیں حاصل کرنے میں کوئی رکاوٹ بنی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ صحابی ہونے کے ساتھ ساتھ اور بھی بہت سی خوبیوں کے مالک ہیں۔ جن کا شمار نہیں ہو سکتا۔'' (شواہد الحق، ص:۵۲۹۔۵۳۱، فصل فی شیئون روس الاصحاب الذین خالفوا علیہ) حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوبات میں لکھتے ہیں ''حضرات صحابہ کرام کے مابین جو اختلافات اور جھگڑے ہوئے ان کو اچھائی پر محمول کرنا چاہیے۔ اور خواہش وہوس سے دور رکھنا چاہیے۔ علامہ تفتازانی نے جو حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی محبت میں بہت بڑھا ہوا ہے۔ کہا ہے۔ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان جو جھگڑا ہوا۔ وہ خلافت کے بارے میں نہ تھا۔ بلکہ اجتہادی خطاء کی وجہ سے تھا۔ خیالی میں اس کے حاشیہ پر یوں لکھا ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی فرمانبرداری سے انکار کیا۔ حالانکہ ان سب کو اس بات کا اعتراف تھا کہ اس دور میں حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سب سے افضل تھے۔ اور امامت کے سب سے زیادہ حق دار تھے۔ جھگڑے کی وجہ ایک شبہ تھی اور وہ یہ کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں سے قصاص نہیں لیا جا رہا تھا۔ حاشیہ قرۃ الکمال میں حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ذکر کی گئی۔ آپ نے فرمایا ''ہمارے بھائیوں نے ہمارے خلاف سر اٹھایا ہے۔ وہ نہ تو کافر ہیں اور نہ ہی فاسق۔ کیونکہ ان کے پاس لڑائی کی تاویل ہے۔ اور خطائے اجتہادی بلاشک ملامت سے دور ہے اور اس پر طعن وتشنیع نہیں کیا جا سکتا۔'' (مکتوبات شریف، دفتر اول، حصہ چہارم، مکتوب:۲۶۶، ص:۱۳۱۔۱۳۲، روف اکیڈمی لاہور) حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی محبوب سبحانی، غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ صحابہ کرام کی لڑائیوں کے متعلق لکھتے ہیں: ''حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی جناب طلحہ، زبیر، عائشہ صدیقہ اور معاویہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ جنگ کے بارے میں حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول یہ ہے کہ اس بارے میں خاموشی بہتر ہے۔ بلکہ تمام اختلافات جھگڑے اور ناراضگیاں جو صحابہ کرام کے مابین ہوئیں۔ ان سب کے بارے میں خاموشی چاہیے کیونکہ اللہ رب العزت قیامت کو ان کے کے درمیان ہونے والی تمام ناراضگیوں کو دور فرما دے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''ہم ان کے سینوں میں جو اپنے بھائیوں کے متعلق کھوٹ ہے، وہ کھینچ لیں گے اور وہ ایک دوسرے کے سامنے تختوں پر جلوہ فرما ہوں گے۔ اور اس لئے بھی کہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ ان لڑائیوں میں حق پر تھے۔ کیونکہ انہیں اپنی امامت کے صحیح ہونے کا یقین تھا۔ جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ اس وقت کے موجود تمام صاحبان حل وعقد صحابہ کرام نے آپ کی خلافت وامامت پر اتفاق کر لیا تھا۔ لہذا جو شخص اسے نہ مانتے ہوئے ان کے

خلاف خروج کرے وہ باغی متصور ہوگا۔اور امام پر خروج کی وجہ سے قتل ہوگا۔حضرت معاویہ،طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم کا مطالبہ یہ تھا کہ خلیفہ برحق حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کردیا گیا۔اس کا قصاص لیا جائے۔اور ان کے قاتلین حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی فوج میں تھے۔لہذا ہر فریق اپنے ہاں صحیح تاویل رکھتا تھا۔لہذا ہماری بہترین عقیدت یہی ہے کہ اس مقام پر خاموشی اختیار کی جائے۔اور ان کا معاملہ رب ذوالجلال کے سپرد کردیا جائے۔کیونکہ وہی احکم الحاکمین اور خیر الفاصلین ہے۔ہمیں اپنے گناہوں کو دیکھنا چاہیے۔اور بڑے بڑے گناہوں سے اپنے دلوں کو پاک کرنا چاہیے۔اور اپنے ظاہر کو بھی مہلک کاموں سے بچانا چاہیے۔بہرحال حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت تو حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد اور امام حسن رضی اللہ عنہ کے کنارہ کش ہونے سے بعد ثابت اور صحیح ہے اور امام حسن رضی اللہ عنہ نے اپنی رائے کو بروئے کار لاتے ہوئے خلافت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کردی تھی۔اور اسی میں مصلحت عامہ بھی تھی۔وہ یہ کہ خونریزی سے بچاؤ ہوگیا اور حضورﷺ نے جو امام حسن کے بارے میں ارشاد فرمایا تھا۔وہ حق ثابت ہوگیا۔وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ میرے اس سردار بیٹے کی بدولت مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں میں صلح کرادے گا۔لہذا امام حسن رضی اللہ عنہ کی سبکدوشی اور ان کی بیعت کرنے پر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت لازم اور واجب ہوگئی۔اسی وجہ سے اس سال کو ''عام الجمع'' کہا جاتا ہے کیونکہ اختلاف ختم ہوگیا تھا اور تمام حضرات نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی اتباع کرلی تھی۔''(شواہد الحق،ص:۴۷۰،بحوالہ دشمنان امیر معاویہ کا علمی محاسبہ،ج:۱،ص:۱۶۵۔۱۶۶،نوریہ حسینیہ لاہور) شارح مسلم امام نووی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں''حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ عادل،فاضل اور بہترین صحابہ کرام میں سے ایک ہیں اور وہ لڑائیاں جو ان کے اور دوسروں کے مابین ہوئیں تو ان میں ہر ایک فریق کے لئے شبہ تھا۔جس کو وہ اپنے طور پر حق سمجھتے تھے۔اور ہر فریق بہرحال عادل ہے اور انکی باہم جنگوں میں اپنی اپنی تاویل ہے۔ان میں سے کوئی بات ایسی نہیں۔جو ان کی عدالت کو ختم کردیتی ہو۔کیونکہ وہ مجتہد تھے اور اجتہادی مسائل میں ان کا اختلاف ہوا۔جیسا کہ ان کے بعد آنے والے مجتہدین کے مابین کئی ایک مسائل میں اختلاف ہونے کے باوجود یہ بات ان میں نقص کا سبب نہیں بنتی۔''(مسلم شریف مع النووی،ج:۲،ص:۲۷۲،نور محمد کراچی) علامہ ابن ابی العز الحنفی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔''لکنہ انما صار اماما حقا لما فوض الیہ الحسن بن علی رضی اللہ عنہما الخلافۃ،فان الحسن رضی اللہ عنہ بایعہ اھل العراق بعد موت ابیہ، ثم بعد ستۃ اشھر فوض الامر الی معاویۃ،وظھر صدق قول النبی ﷺ(ان ابنی ھذا سید،وسیصلح اللہ بہ بین فئتین عظمتین من المسلمین)''،''مگر ان کی امامت (ملوکیت) حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت سے دستبرداری کے بعد ثابت ہوئی۔حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جب اہل عراق نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی بیعت کرلی۔تو اس بیعت کے چھ مہینے بعد حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے (معاملات ریاست برضا و رغبت) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کردیئے۔جس سے اللہ کے نبی کریم ﷺ کے فرمان''میرا یہ بیٹا حسن (سردار) ہے۔یقیناً اللہ اس کے ذریعے مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کروادے گا''،کی حقانیت وصداقت کا ظہور ہوا۔''(شرح عقیدہ طحاویہ،ص:۴۵۵،مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(4) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور آپ کے لشکر پر لفظ''باغی'' کے اطلاق پر اہل السنۃ کا اختلاف ہے۔بعض کے نزدیک انہیں باغی (بمعنی امام برحق پر خروج فقط) کہنا جائز جب کہ بعض کے نزدیک ناجائز ہے۔اولاً ہم باغی کی مستند تعریف پیش کرتے ہیں تاکہ معلوم ہو کہ باغی کون ہوتا ہے اور اس لفظ کا اطلاق اصحاب رسول ﷺ میں سے کسی پر کب جائز اور کب ناجائز ہے۔**باغی کی تعریف:** باغی کی تعریف میں امام احناف امام ابوشکور السالمی الکشی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں''**باغی سے مراد وہ شخص ہوتا ہے جو اپنا حق طلب کرے شبہ کے ساتھ**''(تمہید سالمی (مترجم) ص:۱۷۴،مطبوعہ فرید بک سٹال لاہور) مزید لکھتے ہیں''حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اپنے دعوی میں شبہ ہوا۔جس کی وہ تاویل کرتے تھے۔جس سے انہیں خطا ہوئی۔ان کی خطا گناہ کبیرہ نہیں کہ ان کی تکفیر یا تفسیق کی جائے۔''(تمہید سالمی (مترجم) ص:۱۷۴،مطبوعہ فرید بک سٹال لاہور) عصر حاضر کے عظیم محدث و مدقق مفسر قرآن شارح بخاری و مسلم حضرت علامہ الاستاذ غلام رسول سعیدی رحمۃ اللہ علیہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر لفظ باغی کے اطلاق کے بارے لکھتے ہیں۔''میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کی جماعت پر باغی کا اطلاق صوری اور ظاہر طور پر ہے۔جس طرح قرآن مجید میں حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق ہے۔''وعصی آدم ربہ فغوی''،''اور آدم علیہ السلام نے (بہ ظاہر) اپنے رب کی معصیت کی تو وہ (جنت سے) بے راہ ہوگئے۔''(سورۃ

طہ، آیت:۱۲۱) حقیقت میں حضرت آدم علیہ السلام کی بھی اجتہادی خطا تھی، معصیت نہ تھی۔ اسی طرح حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی بھی اجتہادی خطا تھی بغاوت نہ تھی۔'' (شرح صحیح مسلم، ج:۷، ص:۹۰۷ فرید بک سٹال لاہور) مزید لکھتے ہیں۔ ''اس آیت سے یہ واضح ہوگیا کہ مسلمانوں کی دو جماعتیں آپس میں جنگ کررہی ہوں اوران میں سے ایک حق پر ہو اور دوسری باطل ہو تو جو جماعت باطل پر ہو، اس سے اس وقت تک جنگ کی جائے جب تک وہ حق کی طرف رجوع نہ کرے۔ اس بناء پر یہ سوال ہوتا ہے کہ اس آیت کی روشنی میں جنگ جمل اور جنگ صفین کا کیا حکم ہے؟ ان میں سے کون سا فریق حق پر تھا اور کون سا فریق باطل پر تھا؟ اس کا جواب یہ ہے: ان میں سے کوئی فریق صریح باطل پر نہیں تھا۔ دونوں فریقوں کا مؤقف تاویل اور اجتہاد پر مبنی تھا لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تاویل صحیح تھی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی تاویل مبنی پر خطا تھی۔ اس کا فیصلہ اس حدیث سے ہوگیا۔ جس میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: افسوس ہے! عمار کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔ عمار ان کو جنت کی طرف بلائے گا اور وہ گروہ اس کو دوزخ کی طرف بلائے گا۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث:۴۴۷) اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر نے قتل کیا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا موقف صحیح اور حق تھا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی تاویل مبنی برخطا تھی۔ ان کا مؤقف باطل محض نہیں تھا ورنہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما ان سے صلح نہ کرتے اور اگر وہ باغی ہوتے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ ان سے جنگ موقوف نہ کرتے اور جنگ موقوف کرکے تحکیم کو اختیار نہ کرتے اور تادم مرگ جنگ جاری رکھتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''فقاتلوا التی تبغی حتی تفیء الی امر اللہ ''، ''جو جماعت باغی ہے اس سے اس وقت تک قتال کرتے رہو حتی کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے۔'' (سورۃ الحجرات، آیت:۹) اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی جماعت صراحتاً باغی ہوتی تو وہ ان سے کبھی جنگ موقوف نہ کرتے اور کبھی تحکیم کو قبول نہ کرتے۔'' (تبیان القرآن، ج:۱۱، ص:۲۸۴۔۲۸۵ فرید بک سٹال لاہور) جن لوگوں نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر باغی کا اطلاق کیا۔ ان کے نزدیک بھی لفظ باغی سے مراد فاسق یا کافر ہونا نہ تھا محض مراد امام برحق سے شبہ کے ساتھ اپنا حق طلب کرنا تھا لیکن جب پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اور بعد میں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے صلح کرلی تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر بغاوت کا الزام جاتا رہا۔ اور جن لوگوں نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو باغی بمعنی فاسق وکافر سمجھا انہوں نے فحش، سنگین اور سخت غلطی کی خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔ ابن تیمیہ نے لکھا ہے۔ ''وقال فی الرسالة التی رواها ابوالعباس احمدبن یعقوب الاصطخری وغیره:(وخیر الامة بعد النبی ﷺ ابوبکر، وعمر بعد ابی بکر، وعثمان بعد عمر، وعلی بعد عثمان ،ووقف قوم، وهم خلفاء راشدون مهدیون، ثم اصحاب رسول الله ﷺ بعد هؤلاء الاربعة خیر الناس، <u>لا یجوز لاحد ان یذکر شیئا من مساویهم ،ولا یطعن علی احد منهم بعیب ولا نقص، من فعل ذلک فقد وجب تادیبه وعقوبته، لیس له ان یعفو عنه ،بل یعاقبه ویستتیبه</u>، فان تاب قبل منه، وان ثبت اعاد علیه العقوبة وخلده فی الحبس حتی یموت اویراجع ''، ''نبی کریم ﷺ کے بعد اس کائنات میں ہر اعتبار سے سب سے بہترین شخصیت حضرت ابوبکر، ان کے بعد حضرت عمر، ان کے بعد حضرت عثمان اور ان کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہم اجمعین (بعض قوم نے آخری دو کے بارے توقف اختیار کیا) اور یہی خلفاء ہدایت یافتہ ہیں۔ ان چاروں کے بعد پھر باقی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سب لوگوں سے افضل ہیں۔ برے الفاظ میں ان میں سے کسی ایک کا ذکر کرنا ہرگز جائز نہیں اور ان کی ذوات میں سے کسی ایک پر عیب یا نقص کا طعن کرنا بھی صحیح نہیں جو شخص ایسا کرے تو اسے سزا دینا واجب ہے، معاف کرنا جائز نہیں بلکہ سزا دی جائے اور توبہ کروائی جائے اور اگر وہ قبل از سزا توبہ کرلے تو اس کی توبہ قابل قبول ہے، اگر اپنے قول وفعل پر برقرار رہے تو اسے ہمیشہ کیلئے قید میں ڈال دیا جائے یہاں تک کہ مرجائے یا رجوع الی الحق کرے۔'' (الصارم المسلول لابن التیمیہ، ص:۵۱۱ مطبوعہ دارالکتب پشاور) حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ ''واما ماوقع من امتناع جماعة من الصحابة عن نصرة علی رضی الله عنه والخروج معه الی المحاربة ومن محاربة طائفة منهم له کما فی حرب الجمل وصفین ، <u>فلا یدل علی عدم صحة خلافته ولا علی تضلیل مخالفیه فی ولایته</u>، اذ لم یکن ذلک عن نزاع فی حقیة امارته، بل کان عن خطا فی اجتهادهم حیث انکروا علیه ترک القود من قتلة عثمان رضی الله عنه ،بل زعم بعضهم انه کان مائلا الی قتله، <u>والمخطی</u>

فی الاجتہادلایضلل ولایفسق علی ماعلیہ الاعتماد ‘‘،’’وہ صحابہ کرام علیہم الرضوان جوسیدنا علی رضی اللہ عنہ کی مدد سے باز رہے اور دیگر وہ جنہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر جنگی غرض سے خروج کیا’’ کمافی الجمل والصفین ‘‘اس سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا خلیفہ برحق نہ ہونا ثابت نہیں ہوتا اور نہ ہی بالمقابل آنے والے اصحاب کا گمراہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔اصل نزاع امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے حق ہونے میں نہیں بلکہ حضرت امیر المؤمنین عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں سے قصاص میں تھا۔یہ اختلاف مبنی براجتہاد ثابت ہے۔اور قانون یہ ہے کہ مختار قول کے مطابق اگر مجتہد سے اس کے اجتہاد میں غلطی ہوجائے تو اسے گمراہ کہا جائے گا نہ ہی فاسق۔لہذا فریق ثانی کی تضلیل وتفسیق قطعاً جائز نہیں۔’’(شرح الفقہ الاکبر،ص:۶۵ مکتبہ رحمانیہ) حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔’’وقدکان امرطلحۃ والزبیرخطا غیرانہمافعلامافعلاعن اجتہادوکان من اهل الاجتهاد،فظاہرالدلیل یوجب القصاص علی قتل العمدواستئصال شان من قصددم امام المسلمین بالاراقۃ علی وجه الفساد.فاماالوقوف علی الحاق التاویل الفاسدبالصحیح فی حق ابطال المؤاخذۃ فهوعلی خفی فازبه علی ،کماوردعن النبی ﷺانه قال له’’انک تقاتل علی التاویل کماتقاتل علی التنزیل‘‘ثم کان قتاله علی التنزیل حق ،فکذاکان قتاله علی التاویل حق وقدندماعلی مافعلا،وکذاعائشۃ رضی الله عنهاندمت علی مافعلت وکانت تبکی حتی تبل خمارها،ثم کان معاویۃ مخطئا الاانه فعل مافعل عن تأویل فلم یصربه فاسقا،واختلف اهل السنۃ والجماعۃ فی تسمیته باغیا،فمنهم من امتنع من ذلک ،والصحیح من اطلق لقوله ﷺلعمار’’تقتلک الفئۃ الباغیۃ ‘‘،’’حضرت طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما سے خطاء اجتہادی واقع ہوئی (کیونکہ وہ مرتبہ اجتہاد پر فائز تھے۔) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا خون فساد برپا کرنے کی غرض سے بہایا گیا۔دلیل کا ظاہر بھی یہی ہے کہ قتل عمد پر قصاص لازم ہوتا ہے مگر قاتلین کے مواخذہ میں خاموشی اختیار کرنا بناء بر علم خفی۔جس میں بہرحال حضرت علی رضی اللہ عنہ کو برتری حاصل تھی۔نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے علی! تم سے تاویل پر جنگ کی جائے گی جیسا کہ میرے ساتھ تنزیل پر کی گئی، چنانچہ بعدازاں حضرت طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما اپنے فعل پر افسردہ تھے۔حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بھی پچھتائیں اور اتنا رویا کرتی تھیں کہ آپ کی اوڑھنی تر ہو جاتی۔حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی اگرچہ خطا پر تھے مگر آپ کے بھی تمام افعال تاویل کی بناء پر تھے جس کی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ بھی فاسق نہیں۔رہا آپ کا باغی ہونا تو اس میں اہل سنت وجماعت کا اختلاف ہے۔بعض کے نزدیک آپ باغی نہیں۔صحیح قول کے مطابق نبی کریم ﷺ کا حضرت عمار رضی اللہ عنہ کیلئے فرمان’’ تقتلک فئۃ الباغیۃ ‘‘،’’اے عمار آپ کو باغی گروہ قتل کرے گا۔‘‘ کے اطلاق کی بناء پر یہ لفظ حضرت امیر معاویہ کے گروہ پر بولا گیا ہے۔(شرح الفقہ الاکبر،ص:۶۷۔۶۸ مکتبہ رحمانیہ) شیخ الاسلام احمد بن حجر الشافعی المکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔’’امام ابوزرعہ الرازی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے(جو کہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کے اجل شیوخ میں سے ہیں) کہ جب تو کسی شخص کو اصحاب رسول ﷺ میں سے کسی کی تنقیص کرتے دیکھے تو سمجھ لے کہ وہ شخص زندیق ہے۔اس لئے کہ رسول کریم ﷺ قرآن پاک اور جو کچھ اس میں بیان ہوا ہے،سب برحق ہے اور یہ صحابہ ہی کے ذریعہ ہم تک پہنچا ہے پس جو صحابہ پر جرح کرتا ہے وہ کتاب وسنت کو باطل قرار دیتا ہے اور ایسے شخص پر جرح کرنا اور اس کی ضلالت ،زندقت اور کذب وفساد کا حکم لگانا زیادہ مناسب اور درست ہے۔‘‘(الصواعق المحرقہ،ص:۳۸۳،شبیر برادرز) حضرت امام دار الہجرت مالک ابن انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:’’ومن شتم اصحابه ادب وقال ایضامن شتم احدامن اصحاب النبی ﷺابابکراوعمراوعثمان اومعاویۃ اوعمروبن العاص فان قال کانوافی ضلال قتل وان شتم بغیرهذامن مشاتمۃ الناس نکل نکالاشدیدا‘‘،’’جو شخص سرکار دوعالم ﷺ کے اصحاب کو گالی دے تو اسے سزا دی جائے اور جو شخص سید العالمین کے اصحاب میں سے سیدنا ابوبکر یا سیدنا عمر یا سیدنا عثمان یا حضرت معاویہ یا حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم اجمعین کو گالی بکے،انہیں (نعوذ باللہ) گمراہی پر خیال کرے تو اسے قتل کیا جائے گا لیکن اس کے علاوہ کوئی مشاتمت کرے کہ عام لوگوں کی (آپس میں) طرح کوئی جملہ کہے تو اسے سخت سے سخت سزا دی جائے۔(قتل کے علاوہ)‘‘(تنبیہ الولاۃ والحکام،ص:۱۶۸مطبوعہ مرکز البحوث الاسلامیہ مردان) حضرت امام ابن حجر الہیتمی المکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔’’باقی رہے وہ بدعتی جو آپ رضی اللہ عنہ کے متعلق دشنام طرازی اور لعنت کو مباح کہتے ہیں تو اس بارے میں حضرات شیخین،حضرت عثمان اور اکثر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ان کے

لئے نمونہ ہیں۔ پس ان باتوں کی طرف متوجہ نہ ہو اور نہ ان پر اعتماد کر کیونکہ یہ باتیں احمق، جاہل، غبی اور سرکش لوگوں سے صادر ہوئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کہ وہ کس وادی میں ہلاک ہوتے ہیں۔ اس نے ان پر بری طرح لعنت کر کے انہیں چھوڑ دیا ہے اور ان کے سروں پر اہل سنت کی تلواریں اور واضح دلائل و براہین دے کر کھڑا کر دیا ہے جو انہیں عظیم الشان ائمہ کی تنقیص کرنے سے روکتے رہتے ہیں۔ (الصواعق المحرقہ ،ص:۵۰۰، شبیر برادرز) حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ شرح شفاء میں امام سحنون علیہ الرحمہ کا فرمان نقل فرماتے ہیں۔ جس نے حضور ﷺ کے صحابہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ وغیرہ، جیسا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی تکفیر کی۔ اسکو سخت سزا دی جائے۔ سحنون سے ابو محمد بن ابی زید بیان کرتے ہیں۔ کہ جو شخص یہ کہتا ہے کہ ابو بکر صدیق، عمر، عثمان اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم یہ سب گمراہی پر تھے۔ اور یہ کافر تھے۔ اسے قتل کر دیا جائے۔ اور جو ان خلفائے اربعہ کے علاوہ دوسرے صحابہ مثلاً حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ وغیرہ کو گالی دیتے ہیں۔ اور گزشتہ قول ان کے متعلق کہتا ہے تو اسے عبرت ناک سزا دی جائے۔'' (شرح شفاء ملا علی قاری، محشی نسیم الریاض، ج:۴، ص:۵۶۶) اب ہم آخر میں امام اہل سنت مجدد دین وملت سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے چند ایک ملفوظات پیش کرتے ہیں جو اس مقام پر حرف آخر کی حیثیت رکھتے ہیں اور اسلاف بزرگان دین کی تحقیق کا نچوڑ ہیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن لکھتے ہیں ''مگر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی ہمارے سردار طعن ان پر بھی کار فجار جو معاویہ رضی اللہ عنہ کی حمایت میں عیاذاً باللہ اسد اللہ کے سبقت و اولیت وعظمت و اکملیت سے آنکھ پھیرے وہ ناصبی یزیدی اور جو علی رضی اللہ عنہ کی محبت میں معاویہ رضی اللہ عنہ کی صحابیت ونسبت بارگاہ حضرت رسالت بھلا دے وہ شیعی زیدی۔ یہی روش آداب بحمد اللہ تعالیٰ ہم اہل توسط واعتدال کو ہر جگہ ملحوظ رہتی ہے۔'' (فتاوی رضویہ، ج:۱۰، ص:۲۰۱) علامہ شہاب الدین خفاجی نسیم الریاض شرح شفائے قاضی عیاض میں فرماتے ہیں۔ ''جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن کرے وہ جہنم کے کتوں میں سے ایک کتا ہے۔'' (اعتقاد الاحباب فی الجمیل والمصطفی والآل والاصحاب، مصنف اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (مترجم) ص:۴۳۔۴۴ فرید بک سٹال لاہور) ''جنگ جمل وصفین میں جو مسلمان ایک دوسرے کے مقابل آئے ان کا حکم خطائے اجتہادی کا ہے لیکن اہل نہروان جو مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی تکفیر کر کے بغاوت پر آمادہ ہوئے وہ یقیناً فساق، فجار، طاغی اور باغی تھے اور ایک نئے فرقہ کے ساعی وساتھی جو خوارج کے نام سے موسوم ہوا اور امت میں نئے فتنے اب تک اسی کے دم سے پھیل رہے ہیں۔'' (اعتقاد الاحباب فی الجمیل والمصطفی والآل والاصحاب، مصنف اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (مترجم) ص:۴۴ فرید بک سٹال) حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن کرنے والا بدمذہب، ضال ومضل، جہنمی ہے۔ ایسے شخص کی امامت وخطابت اور بیعت جائز نہیں اور اگر ایسا شخص کسی بھی دینی منصب پر فائز ہے تو اسے فوراً معزول کر دیا جائے اور تمام مسلمانوں اس کا مکمل بائیکاٹ کریں۔ رہی اس مسجد کی انتظامیہ جو اس کی تائید کرتی ہے تو اس کا حکم یہ ہے کہ ایسی بد دینی سوچ اور فکر رکھنے والے ضال، مضل اور واصل سقر (جہنم) کی تائید حرام، سخت حرام ہے۔ ''وتعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان واتقوا اللہ ان اللہ شدید العقاب'' (سورۃ المائدہ، آیت:۲) نیک کی نیکی پر معاونت ضروری اور بد دینی پھیلانے والے سے بچنا اور دوسروں کو بچانا لازم ہے۔ قرآن عزیز میں ارشاد گرامی ہے۔ ''ومن یتولھم منکم فانہ منھم ان اللہ لایھدی القوم الظلمین''، ''اور اگر تم میں سے کسی نے انہیں (کافروں، بددینوں، گمراہوں کو) دوست بنایا تو وہ انہی میں سے ہوگا بیشک اللہ ہدایت نہیں فرماتا ظالم قوم کو۔'' (سورۃ المائدہ، آیت:۵۱) اگر انتظامیہ اس شخص کی تائید کرنا نہیں چھوڑتی تو اہل علاقہ کے صاحب اختیار، اہل علم وعمل پر لازم ہے کہ فوراً اس انتظامیہ کو معزول کر کے ان کی جگہ صحیح العقیدہ سنی اہل علم لوگوں پر مشتمل کمیٹی تشکیل دیں۔ جو اس مسجد کے تمام تر انتظامی امور کی دیکھ بھال کرے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ واللہ ورسولہ اعلم بالصواب

کتبہ: مفتی محمد عبد العلیم سیالوی غفرلہ

یکم شعبان المعظم ۱۴۳۷ھ بمطابق ۹ مئی ۲۰۱۶ء

رئیس دار الافتاء

الجواب صحیح

محمد تصویب ... القادری

مفتی جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

دار الافتاء جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری گیٹ لاہور پاکستان

اللہ العلیم دار الافتاء جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور

31-10-18

اللہ العلیم دار الافتاء جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور